اقبال کا تصورِ فقر

رفیع الدین ہاشمی

فقر کے ظاہری اور لغوی معنی تو افلاس، محتاجی، تنگ دستی اور غربت کے ہیں مگر علامہ اقبال اس کے ظاہری معنوں سے قطع نظر کرتے ہوئے اس کے اصطلاحی معنی مراد لیتے ہیں، یعنی: اِستغنا یا اسبابِ ظاہری سے بے نیازی۔ جہاں تک امتِ مسلمہ کا تعلق ہے، اِستغنا کا رویہ ہی امت اور افرادِ امت کو کامیابی اور سربلندی کی معراج تک پہنچا سکتا ہے۔ حضرت علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ ع

کہ پایا میں نے اِستغنا میں معراج مسلمانی

(بال جبریل، ص ۱۲۰/ ۴۱۲)

فقر کا یہ مفہوم علامہ اقبال نے نبی کریمؐ کی حیات طیبہ سے اخذ کیا ہے۔

نبی کریمؐ کی پوری زندگی فقیرانہ اسلوب کا نمونہ اور فقر کی عملی تفسیر ہے۔ متعدد روایات میں بتایا گیا ہے کہ اِدھر اُدھر سے جو تحائف، ہدایا، مال ومنال اور زر وجواہر آتا، آپؐ اسے فی الفور تقسیم کر دیتے۔ اپنے لیے یا گھر والوں کے لیے کچھ بھی نہ رکھتے تھے۔ قریشِ مکہ نے پیش کش کی کہ ہم زر وجواہر لا کر آپ کے قدموں میں ڈھیر کر دیتے ہیں ہمارے بتوں سے تعرض نہ کیجیے۔ آپؐ نے اس پیش کش کو پرکاہ کے برابر بھی اہمیت نہ دی۔ دراصل اقبال کے تصورِ فقر کا مفہوم اسوۂ رسولؐ سے ہٹ کر سمجھنا ممکن ہی نہیں ہے۔ علامہ کے نزدیک فقر ایسی 'متاعِ مصطفیؐ' ہے جو اُمت مسلمہ کو وراثت میں عطا ہوئی ہے اور آپ نے اُمت کو اس کا امانت دار اور نگران (care-taker) بنایا ہے۔ فرمایا ؎

فقر ذوق و شوق و تسلیم و رضا ست
ما امینیم ، ایں متاعِ مصطفیؐ ست

(پس چہ باید کرد، ص۸۱۶/۲۰)

چوں کہ رسول اللہؐ کو حجاز سے نسبت تھی، اس لیے علامہ متاع فقر کو ''حجازی فقر'' کہتے ہیں: ؎

ہمت ہو اگر تو ڈھونڈ وہ فقر
جس فقر کی اصل ہے حجازی

(ضربِ کلیم، ص۵۵۰/۸۸)

یہاں بھی اشارہ رسولؐ اللہ کی طرف ہے جن کا طریق فقر آج بھی ہر مسلمان کے لیے ایک مثال اور نمونہ ہے۔ علامہ اقبال اس فقر کی خصوصیات کا ذکر اس طرح کرتے ہیں: ؎

اس فقر سے آدمی میں پیدا
اللہ کی شانِ بے نیازی
یہ فقرِ غیور جس نے پایا
بے تیغ و سناں ہے مردِ غازی
مومن کی اسی میں ہے امیری
اللہ سے مانگ یہ فقیری

(ضربِ کلیم، ص۵۵۱/۸۹)

علامہ اقبال نے 'فقرِ غیور' کی ترکیب 'غیر اسلامی فقر' کے متضاد کے طور پر استعمال کی ہے۔ فقرِ غیور اور غیر اسلامی فقر دو ایسے مختلف اور متضاد رویے ہیں جو متوازی خطوط کی طرح کبھی آپس میں نہیں ملتے۔ بالِ جبریل کی نظم 'فقر' میں دونوں اصنافِ فقر کا باہمی موازنہ کیا گیا ہے۔ ایک فقر، کم ہمتی، بزدلی اور پسپائی سکھاتا ہے۔ دوسری نوعیت کا فقر امامت و امارت کا راستہ دکھا کر فقیر کا رشتہ حضرت شبیرؓ سے جوڑتا ہے: ؎

اِک فقر سکھاتا ہے صیاد کو نخچیری

اِک فقر سے کھلتے ہیں اسرار جہانگیری
اِک فقر سے قوموں میں مسکینی و دل گیری
اِک فقر سے مٹی میں خاصیتِ اکسیری
اِک فقر ہے شبیری ، اس فقر میں ہے میری
میراثِ مسلمانی ، سرمایۂ شبیری

(بالِ جبریل، ص۱۲۰/ ۴۵۲)

سید نذیر نیازی کے نام ۲۱/ اکتوبر ۱۹۲۵ء کو لکھتے ہیں: ''اسلام کی حقیقت فقرِ غیور ہے اور بس'' (مکتوباتِ اقبال، ص ۳۰۳) ایک جگہ علامہ نے فقرِ غیور کو عین اسلام قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک اسلام اور فقرِ غیور پورے دین پر محیط ہے: ؎

لفظ اسلام سے یورپ کو اگر کد ہے تو خیر
دوسرا نام اسی دین کا ہے فقرِ غیور

(ضربِ کلیم، ص ۳۱/ ۴۹۳)

علامہ اقبال نے فارسی اور اردو شاعری میں قلندر، مردقلندر، درویش، بندۂ درویش اور مردِ کامل جیسے الفاظ وتراکیب کو فقرغیور کے معنوں میں اور فقیر کے متبادل اور مترادف کے طور پر استعمال کیا ہے۔ ایک جگہ کہتے ہیں: ؎

قلندر جز دو حرفِ لَا اِلٰہ کچھ بھی نہیں رکھتا
فقیہِ شہر قاروں ہے لغت ہائے حجازی کا

(بالِ جبریل، ص ۴۴/ ۳۶۸)

گویا توحید، مردِ قلندر کا سرمایۂ حیات ہے اور یہی فقر کی کلید ہے۔ جب وہ لا الٰہ اِلَّا اللّٰہ کہتے ہوئے غیراللہ کی نفی کرتا ہے تو اس میں 'اللہ کی شانِ بے نیازی' پیدا ہو جاتی ہے۔ حضرت علی ہجویری نے اس کی تائید اس طرح فرمائی ہے کہ: ذات خداوندی کے ماسوا تمام چیزوں سے دل کو فارغ رکھنے کا نام فقر ہے (کشف المحجوب، ص ۸۵)۔ حضرت نے ایک بزرگ ابوسعیدؒ کا قول نقل کیا ہے کہ اصل فقیر وہ ہے جو اللہ کے ساتھ غنی ہو۔ (ایضاً، ص ۸۷) یعنی اللہ اسے کافی ہو اور وہ خود کو

اللہ کے سوا کسی کا ''بندہ'' نہ سمجھے، نہ وہ کسی سے ڈرے، نہ کسی سے دبے اور 'پیش فرعونے سرش افگندہ نیست' کے مصداق، نہ وہ کسی کے سامنے سر جھکائے۔

ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں: [فقر] ایک روحانی کیفیت، ایک رویہ ہے جس کی رُو سے برتر مقاصد زندگی کو مادی لذائذ اور قریبی ترغیبات پر ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ فقر فرد کے اندر ایک خاص قسم کا وقار، ایک خاص قسم کا میلانِ بے نیازی پیدا کرتا ہے''۔ (مسائل اقبال، ص ۲۵۰) چنانچہ وہ مال و دولت، مادی طرزِ فکر، حُبِّ دنیا، ہوسِ جاہ و منصب اور آل اولاد کی محبت سے بے نیاز ہوجاتا ہے۔ اسے دنیا کی ساری نعمتیں ہیچ اور سارا کرّ و فر بے حقیقت معلوم ہوتا ہے۔ وہ صرف ذاتِ واحد پر ایمان رکھتا اور اسی پر بھروسا کرتا ہے، اس لیے علامہ اقبال کے نزدیک اس کا مقام و مرتبہ سکندر و دارا جیسے معروف حکمرانوں اور شاہوں سے بھی بلند و برتر اور اُونچا ہوتا ہے، بشرطیکہ اس کی فقیری میں اسوۂ رسولؐ اللہ اور اسوۂ صحابہؓ کے آثار پائے جاتے ہوں۔ فرماتے ہیں: ؎

دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی

(بالِ جبریل، ص ۵۷/ ۳۴۹)

؎ نہ تخت و تاج ، نے لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

(ایضاً، ص ۶۸/ ۳۶۰)

؎ فقر کے ہیں معجزات ، تاج و سریر و سپاہ
فقر ہے میروں کا میر ، فقر ہے شاہوں کا شاہ

(ایضاً، ص ۷۷/ ۳۶۹)

ع مومن ہے تو کرتا ہے فقیری میں بھی شاہی

(ایضاً، ص ۳۵/ ۳۲۷)

حضرت علی ہجویریؒ کے نزدیک فقر کی اصل متاعِ دنیا کا ترک اور اس سے علیحدگی نہیں، بلکہ دل کو دنیا کی محبت سے خالی اور اس سے بے نیاز کرنا ہے۔ (کشف المحجوب، ص ۸۴)

علامہ اقبال کے تصورِ فقر کو ترک دنیا، سکوں پرستی، خانقاہیت یا گوشہ گیری سے کوئی علاقہ نہیں کیوں کہ یہ رویہ ''کش مکشِ زندگی میں گریز'' کی طرف لے جاتا ہے اور زندگی کا ارتقا، کش مکش اور حرکت وجدوجہد ہی سے ممکن ہے۔ راہب جس سکوں پرستی کا قائل ہے، وہ تحرک اور فعالیت کی ضد ہے۔ ضربِ کلیم کی نظم 'فقر و راہبی' میں علامہ نے کہا ہے: ؎

کچھ اور چیز ہے شاید تیری مسلمانی
تری نگاہ میں ہے ایک فقر و رہبانی
سکوں پرستیِ راہب سے فقر ہے بیزار
فقیر کا ہے سفینہ ہمیشہ طوفانی

(ضربِ کلیم، ص ۵۰/ ۵۱۲)

اقبال گوشہ گیری کے اسی حد تک قائل ہیں، جس حد تک اسوۂ رسولؐ اجازت دیتا ہے، مثلاً رمضان المبارک میں چندروز کے لیے اعتکاف کی صورت میں خلوت نشینی کی اجازت ہے اور یہ خلوت نشینی بھی ذکرِ الٰہی، فکرِ آخرت، ضبطِ نفس، خوداحتسابی اور ان سب کے نتیجے میں استحکام خودی کے لیے ہے۔ اتباعِ سنتِ نبویؐ میں اعتکاف کرنا، نہ صرف کارِثواب ہے بلکہ یہ معتکف کو اصلاحِ باطن اور صفائے قلب کے لیے ایک سازگار ماحول بھی فراہم کرتا ہے۔

علامہ اقبال جن اخلاق واوصاف کو فقر کا لازمہ سمجھتے ہیں، ان میں صبر وشکر، تسلیم ورضا اور حلم وانکسار بھی شامل ہیں مگر اس تسلیم ورضا کے معانی، بے کسی، ناتوانی یا ضعف کے نہیں ہیں۔ فقر تحرک وجرأت کا نمونہ ہوتا ہے بلکہ قوت کا اظہار بھی چاہتا ہے۔ ہمارے ہاں روایتی طور پر فقر ودرویشی کے ساتھ بے چارگی اور بے بسی کے تصورات وابستہ ہیں۔ اقبال کے تصورِ فقر میں اس کی گنجایش نہیں۔ اقبال کا فقیر جرأتِ رندانہ کا مالک ہے۔ چوں کہ وہ غیر اللہ سے مستغنی ہے، اس لیے اس بے باک انسان کو کسی کا خوف ہے نہ کسی کی پروا۔ علامہ کہتے ہیں: ؎

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

(بالِ جبریل، ص ۳۴/ ۳۲۶)

وہ قرآن حکیم کے اس فرمان پر کاربند ہوتا ہے: اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ فقر اور جرأت و بے خوفی کے باہمی تعلق کو علامہ بعض مخصوص تراکیب سے واضح کرتے ہیں، مثلاً: فقر حیدری، بوے اسداللّٰہی، سرمایۂ شبیری، متاعِ تیموری وغیرہ۔ تاریخ و روایات میں حیدر، شبیر اور تیمور غیر معمولی جرأت اور عزم و ہمت کی علامتیں ہیں۔ اس حوالے سے اقبال سمجھتے تھے کہ مردِ فقیر مزاحم قوتوں کا مقابلہ نہایت ثبات و استقلال کے ساتھ کرتا ہے۔ وہ کش مکش، پیکار اور ٹکراؤ میں ایک لطف محسوس کرتا ہے۔ ضربِ کلیم کی نظم 'فقر و ملوکیت' فقر کی قوت و شوکت اور اس کے جلالی مزاج کا اظہار ہے۔

فرماتے ہیں: ؎

فقر جنگاہ میں بے ساز و یراق آتا ہے
ضرب کاری ہے اگر سینے میں ہے قلب سلیم
اس کی بڑھتی ہوئی بے باکی و بے تابی سے
تازہ ہر عہد میں ہے قصّۂ فرعون و کلیم

(ضربِ کلیم،ص ۳۰/ ۴۹۲)

بے باکی و بے تابی اور اظہار جرأت و قوت فقر کی پہچان ہے۔ یہی اس کی زندگی کی علامت ہے اور اسی حوالے سے وہ حق کا پاسبان اور محافظ ہے: ع

زندہ حق از قوتِ شبیری است

(اسرار و رموز،ص ۱۱۰)

کسی معرکے میں اگر اسے وقتی طور پر پسپا بھی ہونا پڑے، تب بھی وہ ذہنی طور پر شکست قبول نہیں کرتا۔ اس طرح فقر کا اقبال کے فلسفۂ جہد و عمل سے ایک قریبی تعلق قائم ہوتا ہے۔

مردِ فقیر فلاح انسانیت کا علمبردار ہے۔ وہ فطرت پر بھی غالب آ سکتا ہے اور تسخیر جہات بھی اس کے لیے ناممکن نہیں: ؎

فقر بر کرّوبیاں شبخوں زند
بر نوامیسِ جہاں شبخوں زند

(پس چہ باید کرد، ص ۸۱۶/۲۰)

فقرِ مومن چیست؟ تسخیرِ جہات
بندہ از تاثیر او مولا صفات

(ایضاً، ص ۸۱۸/۲۲)

اقبال کے تصورِ فقر کا، قوموں کے عروج وزوال سے بھی گہرا تعلق ہے۔ کسی معاشرے کی اجتماعی سربلندی میں صاحبِ فقر اپنی متحرک شخصیت کی وجہ سے مؤثر کردار ادا کرسکتا ہے۔ دنیا کی قیادت اور امامت فقیر کی وراثت ہے اور اس کا استحقاق بھی ہے۔ دنیا میں سربلندی صرف اسی قوم کا مقدر ہے جس کے افراد فقر کی صفت کو اپنائیں۔ امت مسلمہ نے جب سے فقر کی غلط تعبیر اپنائی، اور حقیقی اسلامی فقر کو ترک کر دیا تو زوال وادبار اور پستی ونکبت کا شکار ہوگئی۔ علامہ فرماتے ہیں:

یہ فقرِ مردِ مسلماں نے کھو دیا جب سے
رہی نہ دولتِ سلمانی و سلیمانی

(ضربِ کلیم، ص ۵۱۳/۵۱)

نہ ایراں میں رہے باقی، نہ توراں میں رہے باقی
وہ بندے فقر تھا جن کا ہلاکِ قیصر و کسریٰ

(بالِ جبریل، ص ۳۱۵/۲۳)

اب حجرۂ صوفی میں وہ فقر نہیں باقی
خونِ دلِ شیراں ہو جس فقر کی دستاویز

(ایضاً، ص ۳۱۸/۲۶)

علامہ اقبال نے اُردو شاعری کی تاریخ میں پہلی مرتبہ شاہین کا ایک خاص تصور پیش کیا ہے۔ اقبال کا شاہین کارزارِ حیات میں چند مخصوص امتیازات رکھتا ہے۔ فقر بھی انھی امتیازات سے متصف ہے۔ علامہ اقبال نے ایک خط میں وضاحت کی ہے کہ: ''اس جانور میں اسلامی فقر کے تمام خصوصیات پائے جاتے ہیں: (۱) خوددار اور غیرت مند ہے کہ اور کے ہاتھ کا مارا ہوا شکار نہیں

کھاتا۔ (۲) بے تعلق ہے کہ آشیانہ نہیں بناتا۔ (۳) بلند پرواز ہے۔ (۴) خلوت پسند ہے۔ (۵) تیز نگاہ ہے''۔(اقبال نامہ، ص ۱۹۴)

گویا شاہین میں بیش تر وہ امتیازات موجود ہیں جو فقیر کی زندگی کا لازمی جزو ہیں۔ بعض مقامات پر اقبال کے ہاں یوں محسوس ہوتا ہے جیسے انھوں نے فقر کی تجسیم آں حضوؐر کی ذات مبارک میں کی ہے۔ اسی طرح حضرت علیؓ اور حضرت شبیرؓ اور حضرت خالدؓ بن ولید کو بھی ایسے مردانِ قلندر میں شمار کرتے ہیں جن کا وجود کسی معاشرے کے لیے باعث خیر و برکت ہوتا ہے: ؎

آتشِ ما سوز ناک از خاکِ او
شعلہ ترسد از خس و خاشاکِ او
بر نیفتد ملتے اندر نبرد
تا درو باقیست یک درویشِ مرد

(پس چہ باید کرد، ص ۲۱/ ۸۱۷)

اقبال کے تصور فقر کے سلسلے میں ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ اقبال کئی جگہ خود کو ایک 'قلندر' اور 'مرد فقیر' قرار دیتے ہیں۔ فقر کو وہ اپنے لیے باعثِ عزت و فخر سمجھتے ہیں۔ وہ فقر کو شاعری سے بھی برتر قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ دولتِ فقر کے مقابلے میں دنیا کی ظاہری شان و شوکت ہیچ ہے۔ فرماتے ہیں: ؎

خوش آ گئی ہے جہاں کو قلندری میری
وگر نہ شعر مرا کیا ہے ، شاعری کیا ہے؟

(بال جبریل، ص ۴۸/ ۳۴۰)

؎ مرا طریق امیری نہیں ، فقیری ہے
خودی نہ بیچ ، غریبی میں نام پیدا کر

(ایضاً، ص ۱۴۷/ ۴۳۹)

؎ مرا فقر بہتر ہے اسکندری سے
یہ آدم گری ہے ، وہ آئینہ سازی

(ایضاً،ص ۱۴۶/ ۴۳۸)

علامہ کا دعواے فقر و قلندری نری لفاظی نہیں، انھوں نے اپنے نجی زندگی میں بھی فقر و قلندری کو برتا ہے۔مزاجاً وہ درویش تھے۔مولانا غلام رسول مہر طویل عرصے تک حضرت علامہ کی خدمت میں حاضر رہے۔سفر و حضر میں بھی ساتھ رہا۔وہ لکھتے ہیں: ''ان کی فطرت وطبیعت درویشانہ تھی۔یہ ان کے کلام میں بار بار نظر آتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو 'فقیر' اور 'دریش' اور 'قلندر' کہہ کر پکارتے تھے تو یہ کوئی شاعرانہ تخیل آرائی نہ تھی بلکہ ان کی فطرت کے صحیح احساس کا اظہار تھا''۔(حیات اقبال کے چند مخفی گوشے ،ص ۵۵۵) مہر صاحب ایک اور جگہ لکھتے ہیں: ''فقیری، قلندری، توکل اور خدا کے سوا ہر شے سے بے نیازی اقبال کے وہ اوصاف ہیں جو آخری دور کی طرح پہلے دور میں بھی ممتاز تھے''۔(اقبالیات مہر،ص ۲۲۲)

حیات اقبال کے بعض واقعات، ان کے درویشانہ اِستغنا کی طرف اشارہ کرتے ہیں، مثلاً: بھوپال کے نواب حمید اللہ خاں نے مئی ۱۹۳۵ء میں علامہ کا پانچ سو روپے ماہوار وظیفہ مقرر کردیا تھا۔اس کے محرک سر راس مسعود تھے۔سر راس نے یہ کوشش بھی کہ بہاول پور اور حیدر آباد کی ریاستوں اور سر آغا خاں کی طرف سے بھی اسی طرح کے وظائف مقرر ہو جائیں۔ان کی درخواست پر آغا خان نے پانچ سو روپے ماہوار کی اعانت منظور کر لی مگر خود اقبال نے ان تجاویز کو پسند نہیں کیا۔ ۱۱/دسمبر ۱۹۳۵ء کو راس مسعود کے نام ایک خط میں لکھا: ''آپ کو معلوم ہے کہ اعلیٰ حضرت نواب صاحب بھوپال نے جو رقم میرے لیے مقرر فرمائی ہے، وہ کافی ہے اور کافی نہ بھی ہو تو میں کوئی امیرانہ زندگی کا عادی نہیں۔بہترین مسلمانوں نے سادہ اور درویشانہ زندگی بسر کی ہے۔ضرورت سے زیادہ کی ہوس کرنا روپے کا لالچ ہے جو کسی طرح بھی مسلمان کے شایانِ شان نہیں ہے''۔(اقبال نامے ،ص ۱۹۵)

اقبال کے بڑے بھائی شیخ عطا محمد، علامہ کو سیالکوٹ والے مکان کا ایک حصہ دینا چاہتے تھے۔یہ علامہ کا اِستغنا تھا کہ وہ مکان لینے کے لیے تیار نہ ہوئے بلکہ ستمبر ۱۹۳۰ء میں انھوں نے جایداد میں اپنے حقوق سے دست برداری کی قانونی دستاویز بھی لکھ دی۔(مظلوم اقبال،ص ۷۵، ۷۹، ۸۰)

اسی طرح آخری زمانے میں انھوں نے حیدرآباد دکن سے سر اکبر حیدری کا بھیجا ہوا ایک ہزار روپے کا چیک قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ (ارمغانِ حجاز اردو، ص ۴۸/ ۶۹۰) علامہ کا یہ مصرع خود انھی پر صادق آتا ہے: ع

فقیرِ راہ نشین و دل غنی دارد

(پیام مشرق، ص ۶۳/ ۳۳۳)

اقبال کا تصورِ فقر اُردو شاعری میں ایک نیا اور منفرد تصور ہے۔ کش مکشِ حیات سے فرار، رہبانیت یا ترکِ دنیا سے اس کا علاقہ نہیں بلکہ انسانی ارتقا کے لیے فقر کا متحرک اور برسرِ عمل رہنا ضروری ہے۔ وہ حق و باطل کی آمیزش میں حصہ لیتا ہے اور مثبت اور اخلاقی قدروں کے ذریعے معاشرے کو صحت منداور پاکیزہ بنانے میں معاونت کرتا ہے۔ وہ مادیت میں ملوث نہیں ہوتا کیوں کہ استغنا اس کی بنیادی سرشت ہے جو انسان کے اندر نیک طینتی کو فروغ دیتی ہے۔

علامہ اقبال نے فقر کے مفہوم کو وسعت دی ہے اور واضح کیا ہے کہ نہ صرف فرد کے روحانی ارتقا بلکہ معاشرے کی صحت منداور قومی و ملّی سربلندی کے لیے بھی فقر کا رویہ اور قلندرانہ طرزِ عمل اپنانا ضروری ہے۔

کتابیات

۱- اعجاز احمد: مظلوم اقبال۔ اعجاز احمد۔ کراچی، ۱۹۸۵ء
۲- اقبال، علامہ محمد: اقبال نامہ (مرتبہ: شیخ عطاء اللہ)۔ اقبال اکادمی پاکستان لاہور، ۲۰۰۵ء
۳- اقبال، علامہ محمد: اقبال نامے (مرتبہ: ڈاکٹر اخلاق اثر)۔ مدھیہ پردیش اردو اکادیمی، بھوپال، ۲۰۰۶ء
۴- اقبال، علامہ محمد: کلیات اقبال اردو۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۷۳ء
۵- اقبال، علامہ محمد: کلیات اقبال فارسی۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۷۳ء
۶- اقبال، علامہ محمد: مکتوبات اقبال (مرتبہ: سید نذیر نیازی)۔ اقبال اکادمی پاکستان لاہور، ۱۹۷۷ء
۷- حمزہ فاروقی، محمد: حیات اقبال کے چند مخفی گوشے۔ ادارہ تحقیقات پاکستان، دانش گاہ پنجاب لاہور، ۱۹۸۸ء
۸- سید عبداللہ، ڈاکٹر: مسائل اقبال۔ مغربی پاکستان اردو اکیڈمی لاہور، ۱۹۷۴ء
۹- علی ہجویری، شیخ: کشف المحجوب (مترجم: میاں طفیل محمد)۔ اسلامک پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۸۰ء

۱۰- مہر، غلام رسول: اقبالیاتِ مہر (مرتبہ: امجد سلیم علوی)۔ مہر سنز لاہور، ۱۹۸۸ء